بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منظرات

اگر کسی شخص نے آپ پر ظلم کیا ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس نے تو برا کیا ہی ہے اور اس لئے وہ سزا کا مستحق اور لائقِ مذمت ہے لیکن اس میں قصور آپ کا بھی ہے اور وہ یہ کہ آپ کمزور تھے یا اس کے حملے سے بے خبر تھے اور اس لئے آپ نے پہلے سے اپنی حفاظت اور بچاؤ کا انتظام نہیں کر رکھا تھا۔ دنیا میں کوئی چیز یا کوئی واقعہ بغیر کسی سبب کے نہیں ہوتا اور ظلم کے سبب کا تعلق جس طرح ظالم کے ساتھ ہے خود مظلوم کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ پھر جو شخص حق کوشی، صداقت پرستی یا اپنے کسی اعلیٰ نصب العینِ زندگی کی وجہ سے کسی کا مظلوم ہوتا ہے وہ صرف ظالم کے ظلم کی شکوہ سنجی اور اپنی مظلومیت کے اعلان و اظہار پر قناعت کر کے نہیں بیٹھتا بلکہ صبر [illegible] عزم و ہمت اور پامردی کے ساتھ اپنی قوتوں کو منظم کرتا ہے، اُن قوتوں میں زندگی اور توانائی پیدا کرتا ہے۔ اس راہ [illegible] مصیبتیں اور دشواریاں پیش آتی ہیں ان کو انگیز کرتا رہتا ہے لیکن اپنے قویٰ کی تنظیم سے کبھی غافل [illegible] آخر ایک دن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظالم کا تختہ الٹ کر رکھ دیتا ہے اور اب ظالم خود اس کے رحم و کرم کا محتاج بن کر سامنے آتا ہے۔ اور اس وقت قرآن کی بیان کردہ حقیقت وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ عہدِ نبوت میں مسلمانوں کی مکّہ اور مدینہ کی دونوں زندگیوں کا یکجائی مطالعہ کیا جائے تو اوپر جو کچھ کہا گیا ہے اس کے صحیح تسلیم کر لینے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا۔

ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دو قسم کے آلات و اسباب بیان فرمائے ہیں ایک معنوی و اخلاقی اور دوسرے مادّی و جسمانی۔ پہلی قسم سے مراد یہ ہے کہ تزکیۂ نفس کر کے اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ درست کرو، اس پر کامل بھروسہ اور اعتماد رکھو۔ دنیوی مصائب و آلام کا اثر اتنا نہ ہو کہ تم کو خدا کی قدرت اور [illegible] کی قسمت پر شک ہونے لگے۔ دشمنوں کے ساتھ بھی انصاف کرو اور اپنے حُسنِ اخلاق سے اُن کے دلوں کو مسخر کرو

کہ دنیا میں ایک قوم کے سربلند و سرفراز ہونے کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہو مثلاً اعلیٰ تعلیم، رموزِ کائنات سے کامل آشنائی، صنعت و حرفت، تجارت، معاشی خوشحالی و رفاہیت، جسمانی صحت اور ورزش، عسکری اسپرٹ اور توانائی، ان سب کو اختیار کرو تاکہ مصافِ زندگی کے کسی مورچہ پر بھی تم کسی سے کمزور نہ ہو۔ قرآن مجید میں [illegible] کے متعلق ارشاد ہوا:- اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (تم ایک ایسے طریقے سے دفاع کرو جو سب سے بہتر ہے، تو پھر وہ جس میں اور تم میں دشمنی ہو اچانک ایسا بن جائے گا کہ گویا وہ بڑا پکا دوست ہے) نیز ارشاد ہوا:- وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ہُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ (دیکھو کسی قوم کا بغض تم کو اس پر مجبور نہ کردے کہ تم انصاف نہ کرو، نہیں تم انصاف ہی کرو یہی پاکیزگی سے سب سے زیادہ قریب ہے) دوسرے قسم کے آلات و اسباب کی نسبت قرآن میں فرمایا گیا - وَاَعِدُّوْا لَہُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ۔ (جہاں تک تم سے ہو سکے ان لوگوں کے مقابلہ کے لئے تیاری کرو) اس آیت کو صرف جہاد سے متعلق سمجھنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ تنازع للبقا کے میدان میں زندہ رہنے کیلئے دوسری قومیں جو مادی وسائل و ذرائع اختیار کرتی ہیں انہیں تم بھی اختیار کرو۔ اگر مسلمان کسی سے برسرِ جنگ ہوں تو اس آیت کا حکم یہ ہوگا کہ جنگ کے بہترین آلات و اسلحے سے مزین ہو اور اگر مسلمان کسی ملک میں دوسری قوموں کے ساتھ یکساں شہری حقوق کے ساتھ رہتے بستے ہوں تو اس آیت کے بموجب حکم یہ ہوگا کہ اگرچہ حکومت سے اپنے حقوق کے مطالبہ کا ان کو بجا طور پر حق حاصل ہے اور وہ انھیں کرنا چاہیئے لیکن ان کی تمام تر زندگی حکومت سے رحم طلبی اور لطف و کرم کی دریوزہ گری کی زندگی نہیں ہونی چاہیے بلکہ خود بھی اپنی قومی و ملی تنظیم کرکے، دنیوی وسائل و ذرائع سے اپنے لئے عزت و سربلندی اور قوت و استحکام کی راہ پیدا کرنی چاہیئے۔ قرآن میں قومی عزت و سربلندی حاصل کرنے کی (جس کے بعد ہر ظلم کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے) جو تدبیریں اور بیان کی گئی ہیں وہ مسلمانوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ وہ فطرت کا ایک ازلی قانون ہے جو ہر قوم کیلئے عزت و زندگی کا سبب ہے۔

سخت افسوس اور بڑے شرم کی بات ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اخبارات میں "مسلمان کیا کریں" کی بحث چھڑ جاتی ہے۔ مسلمانوں کی پریشان حالی کا عالم یہ ہے کہ ملک کی آزادی پر بارہ برس گزر جانے کے بعد بھی اب تک ان کو اس سوال کا جواب نہیں ملا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ملک میں جہاں کہیں دو ایک جگہ فساد ہوا وہ چونک پڑتے ہیں اور گھبرا کر پھر چیخنے لگتے ہیں کہ مسلمان کیا کریں؟ اور جونہی فساد کے شعلے بجھے وہ پھر اسی طرح بیٹھ جاتے ہیں کہ گویا اب ہر طرف خیر

خانۂ انوری" کا راستہ ملے گا ہی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ اسی سوال کا جواب ہے اور جواب بھی بالکل شافی قطعی محکم اور واقعی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے اس راہ میں اب تک کیا کیا ہے؟ اسلام کے روحانی اور اخلاقی اقدار حیات کو اپنایا؟ ظلم و ناانصافی کے خلاف احتجاج کو زیادہ موثر اور پرزور بنانے اور اپنے حقوق و مطالبات کی حمایت میں رائے عامہ پیدا کرنے کے لئے اردو پریس کے ساتھ ساتھ انگریزی اخبارات اور روزنامہ کی سخت ضرورت ہے اور اس سلسلہ میں کوئی قدم اٹھایا گیا؟ ملک بھر میں مسلمانوں نے کتنے میڈیکل کالج، کتنے انجینیرنگ کالج کھولے؟ ہونہار مسلمان طلبا کو اعلیٰ تعلیم کے لئے وظائف دیکر باہر کے ملکوں میں بھیجنے کا کوئی بندوبست ہوا؟ مسلمانوں کی بے روزگاری دور کرنے کے لئے گھریلو دستکاری کے کتنے کارخانے بنے؟ کتنی کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم ہوئیں؟ مگر یہ سب کام تو اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ مسلمان پارٹی بازی اور دھڑے بندی سے الگ ہو کر اپنے قومی مسائل و معاملات پر غور کریں ان کو حل کرنے کیلئے متفقہ جد وجہد کریں اپنی شیرازہ بندی کی طرف متوجہ ہوں اور جنوبی ہند کا مسلمان شمالی ہند کے مسلمانوں کے معاملات کو خود اپنے معاملات سمجھے جو قدم اٹھے متفقہ اٹھے اور جو آواز نکلے متحدہ نکلے۔ قومی مفاد ہر شخصی اور جماعتی مفاد سے بالا ہو۔ قوم کی آسودگی کا خیال اپنی ذاتی رفاہیت اور بہبودی کے خیال پر حاوی اور غالب ہو۔ آپ کہتے ہیں کہ مسلمان غریب ہیں لیکن پورے ملک میں پانچ کروڑ مسلمان تو ہوں گے، اور یہ مسلمان اپنی چاء، سگریٹ، پان اور سینما بینی پر ماہانہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اگر اس کا اوسط فی کس آٹھ آنہ بھی رکھا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر سب مسلمان قومی ضرورتوں کا احساس کر کے صرف اس قدر کریں کہ ایک ماہ کا یہ بالکل غیر ضروری خرچ قومی فنڈ میں دیدیں تو اس طرح ڈھائی کروڑ روپیہ جمع ہو سکتا ہے جس سے بیسیوں اہم کام پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتے ہیں اب ذرا غور کیجئے کہ ایک وہ قوم جو موت و حیات کی کشمکش سے دوچار ہو۔ جس کے لئے نہ جائے رفتن ہو نہ پائے ماندن۔ کیا اس کیلئے یہ کچھ کرنا کوئی مشکل بات ہے؟ اس لئے سوال دراصل یہ نہیں ہے کہ "مسلمان کیا کریں؟" بلکہ یہ ہے کہ "کون کرے" اور "کیوں کرے"!

پچھلے دنوں معزز معاصرین معارف اعظم گڑھ، صدق جدید لکھنؤ، الجمعیۃ دہلی، نئی دنیا دہلی، سیاست کانپور، شاعر بمبئی، جمہور علی گڑھ، ہماری زبان علی گڑھ اور مسلم یونیورسٹی گزٹ نے (ان کے علاوہ کسی اور اخبار یا رسالہ نے لکھا ہو تو اس کا علم نہیں ہو سکا) خاکسار راقم الحروف کے مسلم یونیورسٹی سے وابستہ ہونے پر جو ادارتی نوٹ اور شذرات لکھے ہیں یہ ہیچمیرز اُن کے لئے تہ دل سے شکر گذار ہے اور بارگاہِ خداوندی میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں اور دوستوں کے حسن ظن کو پورا کرے اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ان کو طبعی طور پر جو توقعات ہونی چاہیئے وہ پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔